(٦)

فقہ الربح

تالیف:

جناب الشیخ سامر مظہر قنطقجی

ترجمہ:

علماء ورفقاء کی جماعت، لاہور، پاکستان

فہرست

مقدمہ: 4

شامل (خالص) منافع 5

بڑھوتری واضافہ کی انواع 6

منافع کی اقسام 6

زمانہ ووقت اور اس کا منافع پر اثر 7

ا. فروخت کا زمانہ سے تعلق 7

۲. قرض کا زمانے کے ساتھ تعلق 9

۳. زمانہ کا نفع سے تعلق 9

۴. زمانہ کا تعلق قیمت کی تبدیلی کے ساتھ 10

منافع کی تقسیم 13

نتیجہ وخلاصہ: 14

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على النبي العربي الذي أرسل رحمة للعالمين . وبعد :

سابقہ شماروں میں ہم نے آمدنی اور لاگت کے مفہوم کو بیان کیا تھا اس کے بعد اب زیر نظر کتاب "فقہ المعاملات" کے سلسلہ کا چھٹا نمبر ہے، جس میں ہم اسلامی اقتصاد کے نکتہ نظر سے ربح (منافع) کے مفہوم و فقہ کو بیان کریں گے۔

اگر اس بحث میں پیش کی جانے والی رائے اسلامی شریعت کے مطابق ہے تو اس کی توفیق اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اگر شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں ہے تو یہ میری خطاء ہو گی، میں اللہ تعالی سے مغفرت کا طلب گار ہوں، مجھے (اجر و ثواب کی غرض سے) یہ کافی ہو گا کہ میں نے کوشش و محنت کی، اے اللہ میرے اس کام کو قبول فرما اور اسے اپنے لئے خالص فرما اور اس میں مسلمانوں کے لئے منفعت اور خیر پیدا فرما، آمین۔

ربح (منافع) کی فقہ

مقدمہ:

میزان (ترازو) ان آلات میں سے ہے جس کے ذریعے چیزوں کی مقدار کا اندازہ کیا جاتا ہے، اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے

{وَالسَّمَاء رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ} (الرحمن: ۷،۹،۸) ترجمہ: " اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو! اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو!۔ اور تول کم مت کرو!"۔

آمدنی میں سے لاگت منہا کر کے باقی بچ جانے والی آمدنی کو ربح یعنی نفع کہا جاتا ہے، فقہاء کرام نے ربح کی کئی اقسام بیان فرمائی ہیں، نفع کا دورانیہ جس میں نفع متحقق ہوتا ہے اور نفع پر مہنگائی کے اثرات اور اسی طرح راس المال (سرمایہ) کا رٹرن اور راس المال کے دوران کے اثر کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے راس مال (سرمایہ) اور ربح (نفع) کے مفہوم کو عدل واحسان سے تشبیہ دینے کے لئے استعمال فرمایا ہے، عدل نجات کا سبب ہوتا ہے، وہ تجارت میں ایسے کام کرتا ہے جیسے راس مال کرتا ہے، اسے غافلوں میں شمار نہیں کیا جائے گا، جو اپنے دنیاوی معاملات میں سرمائے پر قناعت کر لے۔

(فقہ الربح، ص:۴، بحوالہ: احیاء علوم الدین، ص:۷۴)

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عقد قراض (مضاربہ) میں منافع کو عقد کے ارکان میں سے ایک رکن قرار دیا ہے، کہ " نفع اپنی تمام جزئیات کے ساتھ معلوم ہو، کہ تہائی ہوگا یا نصف ہوگا اور جیسا چاہیں" چنانچہ اگر یوں کہا کہ نفع میں سے میرے ذمہ تمہارے سو (۱۰۰) ہوں گے اور باقی نفع سب میرا ہوگا تو یہ جائز نہیں ہوگا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نفع سو سے زیادہ نہ ہو تو اس صورت میں معین مقدار میں تقدیر جائز نہیں ہوگی بلکہ شائع مقدار سے جائز ہوگی۔

(فقہ الربح، ص:۴، بحوالہ: احیاء علوم الدین، ص:۶۸)

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نفع سے منع فرمایا ہے جو مضمون نہ ہو، یہ سب کچھ اس لئے ہے تا کہ عدل کو متحقق اور لوگوں کو ایسے نزاع و جھگڑوں سے بچایا جائے جو ایسے اختلافات سے دوچار کریں جن سے بغض وعداوت پیدا ہو۔

(فقہ الربح، ص:۵، بحوالہ: سنن الترمذی:۱۱۵۵)

شامل (خالص) منافع

ربح یعنی نفع اس زیادتی کو کہا جاتا ہے جو خالص ملکیت میں ایک مخصوص ومحدود عرصہ میں حاصل ہو یا اس عرصہ میں کسی چیز کی قیمت میں بڑھوتری واضافہ پیدا ہو، لہذا وہ فرق جو متحقق ہونے والی کل آمدنی میں سے کل لاگت واخراجات کم کرنے سے حاصل ہو تو یہ وہ نفع بن جائے گا جس کو نفع شامل یعنی خالص منافع کہا جائے گا۔

کسی کاروباری ادارے میں منافع کا متحقق ہونا، ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، منافع سے مال میں زیادتی ہوتی ہے اور ذاتی طور پر مال دار ہوا جاتا ہے، جس سے کاروبار میں افقی اور عمودی طور پر توسیع ممکن ہوتی ہے، نفع وہ بنیادی قوت ہوتا ہے جو سرمایہ لگانے والوں کے سرمائے کے متعلق فیصلہ کرنے میں سرمایہ کے جاذبیت کے لئے معیار کا کام کرتا ہے، تاہم نفع کا حجم خطرات سے متاثر ہوتا، ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے مقامی تجارت جس کا نام انہوں نے "بغیر سفر اور نقل مکانی کے تمدن میں الٹ پھیر" رکھا ہے، یہ کم خطرات سے دوچار ہونے کی وجہ سے تجارت کے دوسرے طریقوں سے ممتاز ہوتا ہے، جو کہ خطرات سے دوچار ہونے والے کاروباروں کو پیش آتا ہے، جبکہ سفر والی تجارت میں دوسرے شہروں میں آنا جانا پڑتا ہے، جس میں خطرات زیادہ ہوتے ہیں تو منافع بھی زیادہ ہوتے ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ تعالی کی رائے ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس نے تھوڑے منافع پہ قناعت کرلی تو اس کے معاملات میں کثرت آجائے گی اور وہ ان کے تکرار اور بار بار واقع ہونے سے زیادہ منافع سے مستفید ہوگا، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اثاثہ جات کے گھومنے کی زیادتی سرمایہ پر نفع کی زیادتی کا ذریعہ بنے گی۔

(فقہ الربح ص:۵، بحوالہ الماوردي، الأحكام السلطانية، ص ۲۰، الغزالي، إحياء علوم الدين، ص ۱۴)

البتہ نفع اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اس کو مقررہ مدت کے پورا ہونے پر ناپا جائے، امام نویری رحمہ اللہ اختتام سال کے لئے ابتداء محرم سے ذوالحجۃ کے آخیر کا وقت متعین کرتے ہیں، نیز یہ بھی واضح کیا ہے کہ ہر عرصہ کا الگ الگ حساب کتاب اور اس عرصہ کا نفع نکالا جائے۔

نفع کی شرح کیا ہو، اس کے متعلق مزاج شریعت کیا ہے؟ فقہاء کرام کی اس بارے میں رائے یہ ہے کہ منافع میں بہت زیادتی نہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے منافع میں غلو اور زیادتی نہ کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ کے اس قول "اللہ تعالی رحم کریں اس بندے پر جو جب بیچے تو آسانی کرے، جب خریدے تو آسانی کرے اور جب ادئیگی کا مطالبہ کرے تو آسانی کرے" سے استدلال کیا ہے اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض علماء کی طرف سے تو منافع میں زیادتی اور غلو کا پیمانہ بھی بتادیا ہے کہ "غبن (منافع میں ناجائز زیادتی) کا اعتبار یہ ہے کہ منافع اس چیز کی ایک تہائی قیمت سے زیادہ ہو جائے اور جب بیچی گئی چیز کا نفع اس حد تک پہنچ جائے تو خریدار کو خریدی گئی چیز کے لوٹانے حق دیا جائے گا"۔

(فقہ الربح، بحوالہ النويري: نہایۃ الارب فی فنون الادب، ص ۲۸۹، ۲۸۸، سنن ابن ماجة: ۲۱۹۴، الغزالي، إحياء علوم الدين، ص: ۱۴۷)

بڑھوتری واضافہ کی انواع

فقہاء کرام نے صرف اتنا ہی نہیں کیا کہ نفع کا عمومی مفہوم بیان کر دیا جائے بلکہ نفع کے مفہوم کے مطابق نفع کے اضافہ اور بڑھورتی کی انواع واقسام کو بھی واضح کیا چنانچہ انہوں نے منافع کے نمو وبڑھوتری کی تین قسمیں ربح، فائدہ اور غلہ بیان کی ہیں اور یہ بھی واضح کیا کہ ضروری نہیں ہر نفع بڑھوتری ہو اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر بڑھوتری نفع ہو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مال کا نفع اصل مال کی طرف ہی منسوب ہوتا ہے، کیونکہ قاعدہ ہے کہ اولاد ماں سے ہی پیدا ہوتی ہے تو ماں کے ساتھ لاحق ہوتی ہے، چنانچہ جو زیادتی غلہ کی پیداوار نہ اور اس کا اضافہ نہ ہو، بلکہ وہ کسی چیز کا فائدہ ہو، جیسے کہ ہبہ یا میراث تو مال اول میں بھی زکوۃ نہیں ہوگی اور نہ اس کے فائدے میں، لیکن اس کو نیا دوران سال اس دن سے شروع کرنا ہوگا، جس دن سے اسے فائدہ حاصل ہوا، لہٰذا اس سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فائدہ، غلہ اور ربح میں فرق کر دیا ہے،

چنانچہ فائدہ وہ بڑھوتری یا زیادتی ہے جس کا تعلق اجناس یا سامان سے ہو اور غلہ اس نئی چیز کو کہا جائے گا جو سامان تجارت سے بغیر فروخت کے حاصل ہو، جیسے کہ کھجور کے اس باغ کا پھل جس باغ کو تجارت کی غرض سے خریدا گیا تو اس باغ کو فروخت کیے بغیر اس سے جو پھل حاصل ہوگا، وہ غلہ کہلائے گا، یا سامان تجارت جسے فروخت وتجارت کے لئے خریدا گیا، اس سے فروخت سے قبل جو نئی چیز حاصل ہوئی وہ غلہ کہلائے گی، اسی طرح کچھ بکریاں تجارت کی غرض سے خریدی گئیں، ان سے جو اون یا دودھ حاصل ہوا وہ سب غلہ کے ضمن میں آئے گا۔

دیگر فقہاء کرام رحمہم اللہ نے وہ منافع جو حسن تصرف سے حاصل ہو، اس میں اور وہ پیداوار جو سامان کی عین میں زیادتی سے حاصل ہو فرق بیان کیا ہے، چنانچہ عام منافع وہ ہوگا جو ادارے کی بہتر تنظیم اور حسن تصرف سے حاصل ہوگا اور یہ وہی ہے جسے فقہاء نے حسن تصرف اور تقلیب کا نام دیا ہے اور دردیر نے صاحب دردیر کو "التاجر المدیر" کے لفظ سے ممتاز کیا ہے۔

تاہم غیر منقولہ اثاثہ جات کی قیمتوں کے اضافہ سے جو منافع حاصل ہو، اسے فائدہ کہا جائے گا، آج کل اسے سرمائے کا منافع کہا جاتا ہے (ربوی منافع کو بھی سرمائے کا منافع کہا جاتا ہے، یہاں اس سے مقصود ربوی فائدہ نہیں ہے وہ تو حرام ہے) اور جو موجودہ منقولہ اثاثہ جات کی قیمت کے بڑھ جانے سے منافع حاصل ہوتا ہے اسے غلہ کہا جائے گا، جسے آج کل سامان کا منافع کہا جاتا ہے۔

منافع کی اقسام

- ✓ **ربح یعنی نفع، عام منافع:** یہ وہ بڑھوتری ہے جو ادارہ کے حسن تصرف سے وجود میں آتی ہے۔
- ✓ **فائدہ، سرمایہ کا منافع:** یہ وہ بڑھوتری ہے جو غیر منقولہ اثاثوں کی قیمتوں کے بڑھنے سے وجود میں آتی ہے۔
- ✓ **غلہ، سامان کا منافع:** یہ وہ بڑھوتری ہے جو منقولہ اثاثہ جات کی قیمتوں کے بڑھنے سے وجود میں آتی ہے۔

زمانہ ووقت اور اس کا منافع پر اثر

زمانہ یعنی وقت چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ، وقت کے حصے کو عرصہ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے، زمانہ کو دو عرصوں میں کسی مقصد تک پہنچنے کے لئے پیائش کی غرض سے حالت کے بدلنے سے تعبیر کرنے کو بھی کہا جاسکتا ہے، مثلاً پیداوار کو مقدار سے ماپا جاتا ہے، جس کی اس محدود مدت کے دوران پیداوار کی تبدیلی سے پیائش کیلئے ایک زمانے کی اکائی سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ اقتصادی ومعاشی سرگرمی زمانے کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے، ہر اقتصادی سرگرمی زمانے میں سے ایک مخصوص حصہ لیتی ہے، نیز کاروائیوں کے درمیان تعلقات کو منظم کرنے میں وقت کی ضرورت پڑتی ہے، اسی طرح منصوبے اپنی سرگرمیوں کو ماضی وموجودہ عرصۂ زمانہ سے ماپتی ہیں، جس کے ساتھ بعض پیش بینیوں کو شامل کرکے مستقبل کے منصوبے بنائے جاسکیں، یہ سب زمانے کی مدت کے ضمن میں واقع ہوتا ہے۔

(فقہ الربح ص:۹، بحوالہ مفهوم الزمن في الاقتصاد الإسلامي لسعد الله ص:۱۲)

زمانہ مستقل اقتصادی وسیلہ نہیں ہے، اسے الگ سے خریدا اور بیچا نہیں جاسکتا ہے، سوائے اس کے کہ اس کو ایسے عمل کے ساتھ ملادیا جائے جو پیداوار کو زیادہ کردے، مندرجہ ذیل میں زمانہ کا مفہوم شامل ہوتا ہے:

۱. بیوع یعنی فروخت کی اقسام
۲. قراض (مضاربہ)
۳. منافع کا تعین
۴. قیمتوں کا تغیر

۱. فروخت کا زمانہ سے تعلق

زمانہ کی نوعیت اور تابع ہونے کے اعتبار سے فروخت کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے، چنانچہ اگر فروخت کے سودے میں فروخت کردہ چیز کا تاخیر سے دینا طے ہو تو وہ معاملہ بیع سلم اور اگر قیمت کی ادائیگی میں تاخیر طے ہو تو وہ بیع نسیئہ یعنی ادھار فروخت ہے اور اگر بیچی گئی چیز اور قیمت دونوں تاخیر سے ادا کرنا طے ہو تو وہ بیع الدین بالدین یعنی ادھار چیز کی ادھار قیمت کے ساتھ فروخت شمار کی جائے گی۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ نے سنت اور اجماع سے ادھار ثمن کی بیع جائز قرار دی ہے، اس سے سوائے ادھار سود کے اور کسی کو مستثنی نہیں کیا ہے۔ اسی طرح فقہاء کرام نے اھار قیمت کو نقد سے زیادہ کرنے کی بھی اجازت دی ہے، انہوں نے زمانہ پر منفرد طور پر عقد ومعاملہ کی اجازت نہیں دی ہے، تاہم یہ کہ زمانہ کی قیمت کا اعتبار بیچی جانے والی چیز کی قیمت میں کرلیا جائے، جس کی ادائیگی بعد میں کی جانی ہوگی، البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ مدت کے عوض زیادتی متعین ہوگی یا کہ نہیں، لیکن

اس میں اختلاف نہیں ہے کہ چیز کی قیمت میں زمانہ کا حصہ بھی ہو گا، چیز کی قیمت میں زمانہ کے حصہ کی زیاتی جس کا بیچنے والا قیمت کی صولی سے قبل اور بیچی گئی چیز کے دینے کے بعد منتظر ہوتا ہے، متوقع درج ذیل منافع کو شامل ہوتا ہے:

۱. متبادل مواقع جن سے بیچنے والا خریدار کے حق میں دست بردار ہوتا ہے۔

۲. بیچنے والے کو عدم ادائیگی یا ادائیگی کی تاخیر کے خطرہ سے دوچار ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

۳. قیمت کے وصول ہو جانے تک ادھار کے حصول میں ہونے والے اخراجات کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

(فقہ الربح، ص:۱۰، بحوالہ: مفہوم الزمن في الاقتصاد الإسلامي لسعد اللہ ص:۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بیع سلم" کے بارے میں فرمایا کہ جو پھلوں میں پیشگی قیمت دے تو وہ مقرر پیمانہ، مقرر وزن، مقرر مدت طے کر کے پیشگی دے۔

(فقہ الربح، ص:۱۰، بحوالہ: صحیح بخاری:۲۰۸۶)

چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی نے نقد قیمت کے مقابلے میں ادھار قیمت کی زیادتی کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے:

(فقہ الربح، بحوالہ مجلۃ المجمع (ع۶، ج۱، ص:۱۹۳) فیصلہ نمبر ۵۱، (۶/۲) بیع بالتقسیط کے بارے میں)

نمبر ایک: نقد قیمت کے مقابلے میں ادھار قیمت کا زیادہ کرنا جائز ہے اور نقد قیمت کا بتانا بھی جائز ہے، یہ بھی جائز ہے کہ مقرر مدت کے مقابلے میں قسطوں میں قیمت طے کرلے اور اس وقت تک بیع یعنی خرید و فروخت درست نہیں ہوگی جب تک کہ دونوں عقد کرنے والے نقد یا ادھار قیمت کو طے نہ کرلیں۔ اگر نقد یا ادھار دونوں قیمت میں سے ایک طے کئے بغیر سودا کرلیا تو وہ بیع جائز نہیں ہوگی۔

نمبر دو: ادھار فروخت میں قسطوں کے فائدے (منافع) کو نقد قیمت سے الگ واضح طور پر اس طرح بیان کرنا جائز نہیں ہے، کہ وہ منافع مدت کے ساتھ مربوط ہوں، یعنی اتنی مدت کا اتنا منافع اور اتنی مدت کا اتنا منافع، چاہے دونوں عقد کرنے والوں نے فائدہ (منافع) کی نسبت طے کی ہو یا عمومی فائدہ لم سم طے کیا ہو۔

نمبر تین: اگر ادھار خریدار مقررہ مدت میں قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر کردے، تو اس پر اس تاخیر کی وجہ سے سابقہ شرائط کی بنا پر یا اس کے بغیر ہی قیمت میں کسی قسم کی زیادتی لازم نہیں قرار دی سکتی، کیونکہ قیمت کا زیادہ کرنا رباو سود ہے۔

نمبر چار: وسعت رکھنے والے دین دار پر حرام ہے کہ وہ قسطوں کی بروقت ادائیگی میں ٹال مٹول کرے، اس کے باجود ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں شرعاً الگ سے معاوضہ مشروط نہیں کیا جاسکتا۔

نمبر پانچ: ادھار بیچنے والا بعض قسطوں کی تاخیر کی صورت میں باقی قسطوں کی مدت سے قبل وصولی کی شرط لگا سکتا ہے، بشرطیکہ دین دار اس شرط سے عقد کرتے وقت راضی ہو گیا تھا۔

نمبر چھ: فروخت کنندہ کو چیز فروخت کرنے کے بعد اس کی ملکیت رکھنے کا حق نہیں ہے، تاہم بیچنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ خریدار پر یہ شرط لگادے کہ وہ فروخت کردہ چیز کو اپنے پاس گروی رکھے گا تا آنکہ قسطوں کی شکل میں ادھار قیمت کا حق وصولی ہو جائے۔

۲. قرض کا زمانے کے ساتھ تعلق

قرض یہ ہوتا ہے کہ کسی کو بغیر کسی عوض کے مال دیدیا جائے، یہ ایک تمویلی وسیلہ اور اجتماعی تکافل کی شکل ہوتی ہے، اسلامی شریعت میں قرض کو قرض حسن کہا جاتا ہے، جس کے مقابل صرف اللہ کا اجر مقصود ہوتا ہے، یہ تبرعات کے باب میں داخل ہے نہ کہ معاوضات کے باب میں، اس میں کسی بھی قسم کی زیادتی چاہے وہ نقد کی صورت میں ہو یا عین یا نفع کی صورت میں ہو حرام ہے، اس بناء پر قرض کا زمانہ کے ساتھ تعلق بیع کے زمانے کے ساتھ تعلق سے مختلف ہے، باوجودیکہ دونوں میں مشابہت ہے، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

{ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوٓاْ إِنَّمَا ٱلْبَيْعُ مِثْلُ ٱلرِّبَوٰاْ وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰاْ} (البقرۃ:۲۷۵) ترجمہ: " یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام"

چنانچہ خرید و فروخت میں مدت و زمانہ فروخت کردہ چیز کے تابع ہوتا ہے، لہذا اس کا وجود قیمت متعین کرنے والے عوامل پر اثر انداز ہوتا ہے نہ کہ مستقل طور پر عوض بن کر۔ ایک طرف تو اس میں اس ادھار بیچی گئی چیز کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جو ایک مدت کے ساتھ مربوط ہوتی ہے اور دوسری طرف اس قیمت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جس میں زمانہ کا حصہ بھی ہوتا ہے، تاہم قرض میں زیادتی حرام ہے جس پر نص قرانی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ زمانہ کے اعتبار سے اس میں مادی معاوضہ حاصل کرنا منع ہے، جس کے مقابلہ میں قرض دینے والا اللہ تعالی سے ثواب حاصل کرتا ہے، بشرطیکہ اس کا عمل اخلاص کے ساتھ ہو۔

(فقہ الربح ص:۱۳،، بحوالہ مفهوم الزمن في الاقتصاد الإسلامي لسعد اللہ ص ۳۸،۴۱)

۳. زمانہ کا نفع سے تعلق

نفع کو ماپنا دو عرصوں کے دوران ادارہ، منصوبہ یا فرد کی ملکیت کی صورت حال کے ماپنے کے ساتھ ہوتا ہے، لہذا کاموں کے نتائج کو ماپنے کے لئے زمانی عرصہ کام کی فطرت کے مختلف ہونے سے مختلف ہو جائے گا، چنانچہ قمری سال وہ حسابی عرصہ ہے جو عام طور پر متعارف ہے، ورنہ شمسی سال کا اعتبار کیا جائے گا، نہیں تو حساب کتاب پیداوار کے ساتھ کیا جائے گا، یہی امام

ماوردی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اراضی کی پیائش پر ہلالی (قمری) سال کے ساتھ خراج کی وصولی ہوگی کھیتی کی پیائش میں شمسی سال معتبر ہوگا اور اگر اس نے آپس میں تقسیم کو طے کیا ہے تو کھیتی کے مکمل ہونے اور اس کی کٹائی پر اعتبار کیا جائے گا۔

(فقہ الربح، ص:۱۳، بحوالہ الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص:۲۶۷)

اسی طرح امام نویری رحمہ اللہ نے تنخواہوں اور مزدوری ومعاوضوں کی ادائیگی میں دونوں توقیتوں یعنی قمری اور شمسی کا فرق کیا ہے، جب انہوں نے ان علاقوں کے کام کرنے والوں کی مزدوری کی ادائیگی کا حساب تیار کیا جہاں شمسی سال کے اعتبار سے تاریخ رائج ہے تو ۲۵۔۱۱ دن کو زیادہ شمار کیا۔

۴. زمانہ کا تعلق قیمت کی تبدیلی کے ساتھ

فوج کے افراد کو سالانہ عطاؤں کے دینے کا اندازہ کرتے وقت، ان کی اہلیت کو تین وجوہ سے متعین فرماتے تھے:

۱. اس فرد کے پاس کتنی باندھیاں اور غلام ہیں، یعنی افراد کی تعداد جن کی وہ کفالت کرتا ہے۔

۲. اس کے پاس کتنے گھوڑے اور سواریاں ہیں، یعنی وسائل نقل وحمل کی تعداد۔

۳. جس علاقہ میں وہ رہتا ہے وہاں کی مہنگائی صورت حال، یعنی علاقے کے معاشی حالات کی رعایت جس میں وہ متعین ہے۔

پھر ہر سال قیمتوں کی عمومی صورت حال کی رعایت بھی کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ پھر اس فرد کی سالانہ حالت پر نظر رکھی جائے گی، اس کی ضروریات اگر اس کی تنخواہ سے زیادہ ہوں تو اس کی تنخواہ بڑھادی جائے گی اور اگر کم ہوں تو تنخواہ کم کردی جائے گی۔

(فقہ الربح، ص:۱۴، بحوالہ الماوردی، الاحکام السلطانیہ ص:۳۴۴)

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ اگر قیمتوں کے سستے ومہنگے ہونے کا اندازہ نہ ہوسکے تو سامان کی پیائش کا سہارا لیا جائے گا۔

(فقہ الربح، ص:۱۳، بحوالہ ابن قدامہ ص:۲۶۷)\

البتہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ نہ ہی قیمتوں کے زیادہ ہونے سے زیادہ کیا جائے اور نہ ہی کم ہونے سے کم۔

(فقہ الربح، ص:۱۴، بحوالہ نہایۃ الأرب فی فنون الأدب، ص:۲۶۷)

اور جن نقود (سکوں) کی قیمت کم ہوتی رہتی ہے اسے نقد فاسد (کھوٹا سکہ) کہا جاتا ہے اور جو سکہ منسوخ کردیا جائے اور اس کا بازار میں لین دین نہیں کیا جاتا ہے اسے نقد کاسد کہا جاتا ہے، اور کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے چلنے والے سکے سے خریدا اور خریدی گئی چیز کے قبضہ سے قبل ہی وہ کاسد ہوگیا تو یہ عقد فسخ ہوجائے گا۔

(فقہ الربح، ص:۱۴ ابن بیّہ ، الشیخ عبد اللہ بن الشیخ المحفوظ ، توضیح أوجہ اختلاف الأقوال في مسائل معاملات الأموال)

"ابن بیہ" رحمۃ اللہ علیہ نے ان تبدیلیوں مثلاً ان کا باطل یا ناقص یا راجح ہونا اور ان کے معاملات پر ان اثرات کو ملخص کیا ہے جو سونے چاندی کے علاوہ دیگر کرنسیوں پر اچانک پڑتے رہتے ہیں۔

(فقہ الرنج ص:۱۵، بحوالہ بن بیہ ص:۱۰۳)

مثلاً:

- ان کا لین دین باطل ہو جاتا ہے یا بعض علاقوں میں ان کا رواج ختم ہو جاتا ہے۔
- یا وہ کرنسیاں بازار سے بالکل معدوم ہو جاتی ہیں اور دستیاب نہیں ہوتیں۔
- یا ان کی قیمتیں کم یا زیادہ ہو جاتی ہیں (اور یہی وہ حالت ہے جو ہمارے لئے اس وقت قابل ذکر ہے)۔

اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ اگر دین دار شخص کے ذمہ متعین ہونے کے بعد (عملہ) کرنسی کی قیمت میں تبدیلی آگئی اور وہ کم یا زیادہ ہوگئی تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دائن کے لئے دین دار کے ذمہ کیا واجب الاداء ہوگا؟، چنانچہ اس کے متعلق تین قول ہیں:

۱. مدین (دین دار) کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اسی کرنسی میں ادائیگی کرے جس پر عقد ہوا تھا، چاہے وہ کرنسی کم ہو جائے یا زیادہ۔
۲. دین دار کے ذمہ واجب ہے کہ وہ کرنسی کی اس قیت کو ادا کر دے جو تبدیل ہو چکی ہے، چاہے کمی میں تبدیل ہوئی یا زیادتی میں، اور کمی کی صورت میں دائن (صاحب حق) کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ اس قیمت کو قبول کرے جس پر عقد ہوا تھا۔
۳. کرنسی کے باطل ہونے یا قیمت میں کمی یا زیادتی واقع ہونے کی صورت میں قیمت مثل ادا کرنی ہوگی، ابن بیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز یہ ہے کہ کرنسی کے سستا ہونے کی صورت میں پھلوں میں جائحہ (آفت و خشک سالی) پر قیاس کرتے ہوئے دائن مدین سے، ایک تہائی نسبت کے متعلق رجوع کرے گا، کیونکہ جائحہ (آفت و خشک سالی) ایک ایسا امر ہوتا ہے جو عاقدین (دونوں معاملہ کرنے والوں) کے بس سے باہر ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کسی سے پھل خریدے اور اس میں جائحہ (آفت و خشک سالی) پڑ گئی تو وہ اس سے کچھ نہیں وصول کرے گا، تم اپنے بھائی کا مال بغیر اس کے حق کے کیسے وصول کر سکتے ہو"۔

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے مالی گوشواروں میں صرف (تبادلہ) کے نرخ کی رعایت کو ضروری قرار دیا ہے، اور فرمایا کہ محاسب اختتامی گوشوارے بناتے وقت اس تبادلے کے نرخ کو ذکر کرے اور اگر نقد کی ادائیگی نقداً کی گئی ہو تو اس میں تبدیلی آجانے کے خوف سے "فذلکہ" ("میزان وٹوٹل") کے بعد ذکر کرے۔

اور بیت المال کے کاتب کو جامعہ (مالی گوشوارہ) کو تیار کرتے وقت جو کچھ بھی ملا ہو جو اس کے مثل ہو، اسے اس کے ساتھ ملا دے یعنی اس نے نقد کے ذریعہ نقدا جو صرف کیا ہے، کو اس کی تاریخوں میں بتائے۔

(فقہ الربح ص:١٦، بحوالہ نہایۃ الارب فی فنون الادب، ص:٢١٨،٢٧٦)

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ اونٹوں کو دیناروں میں فروخت کرتے ہیں اور پھر اس کی قیمت درہموں میں لے لیتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں حرج نہیں ہے کہ تم اس دن کی قیمت میں لے لو بشر طیکہ جدا نہ ہو جاؤ اور تمہارے درمیان کوئی لین دین باقی ہو، یعنی جدا ہونے سے قبل تمام لین دین مکمل ہو جائے۔

(فقہ الربح ص:١٦، بحوالہ نسائی: ٤٥١٣)

مجمع الفقہ الاسلامی نے کرنسی اور اس کی قیمتوں کی تبدیلیوں کے قضیوں کو تفصیل سے لیا ہے اور اجرتوں کے متعلق قیمتوں کی عمومی صورت حال کے مطابق ان اجرتوں کو ان کی قیاسی رقم کے ساتھ مربوط کرنے کے جواز کا فیصلہ دیا ہے، بشر طیکہ نظام اور لائحۂ عمل اس کی اجازت دے اور یہ بات عمومی اقتصاد کو نقصان اور ضرر نہ پہنچائے، یہ مہنگائی اور اس اثرات کی وجہ سے مزدوروں کی نقدی کی صورت میں اجرت کی قوت خرید کی کمی سے حفاظت کے لئے۔

(فقہ الربح ص:١٦، بحوالہ مجلۃ المجمع (عدد:٣، ج:٣، ص:١٦٥٠، عدد:٥، ج:٣، ص: ١٦٠٩)، فیصلہ نمبر ٧٥، ٧٦)

لیکن اگر اجرت دین کی صورت اختیار کرلے تو ثابت دیون اور واجبات کی ادائیگیوں میں کسی بھی کرنسی کا اعتبار ہوتا ہے، جو کہ ہم مثل کرنسی ہو نہ کہ قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ دیون اور واجبات کو اپنے ہم مثل دین سے ادا کیا جا سکتا ہے اور دیون ثابتہ کو قیمت کی صورت حال میں اس کا مصدر کوئی بھی ہو، کسی کے ذمہ کے ساتھ مربوط کرنا جائز نہیں ہے۔

(فقہ الربح ص:١٦، بحوالہ مجلۃ المجمع (عدد:٥، ج:٣، ص:١٦٠٩) فیصلہ نمبر ٤٢، (٥/٤))

البتہ دیون وواجبات کے متعلق یہ ہے کہ اس میں ادائیگی کے دن (نہ کہ اس سے پہلے)، دائن اور مدین دونوں کا دین کی کرنسی کے علاوہ کسی اور کرنسی میں اتفاق کرنا جائز ہے، بشر طیکہ اس کے تبادلہ کا نرخ وہی متعین کیا جائے جو نرخ ادائگی کے دن کا ہو، اسی طرح دین میں معین کرنسی میں اقساط کی صورت میں ادائیگی کے دن متفق ہونا جائز ہو گا، یعنی مکمل قسط کسی دوسری کرنسی میں ادائیگی کے دن کے تبادلہ کے نرخ کے مطابق ادائیگی ہو گی۔

اور بیوع میں جائز ہے کہ دونوں عقد کرنے والے عقد کے وقت ہی ثمنِ مؤجل یا اجرۂ مؤجلہ کی تعیین ایسی کرنسی سے کرلیں جس کی ادائیگی یک بارگی کی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ آپس میں اتفاق کے مطابق متعدد کرنسیوں میں، مقررہ قسطوں میں یا سونے کی مقرر مقدار میں ادائیگی کی جائے۔

(فقہ الربح، ص:١٧)

منافع کی تقسیم

کسی قسم کے منافع کی تقسیم اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ سرمایہ کار کے لگائے ہوئے سرمائے کو واپس نہ کر دیا جائے، اس کے بغیر منافع کی تقسیم باطل قرار دی جائے گی، شرکتہ قراض (مضاربہ) میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، کہ ایک آدمی نے دوسرے کو بطور قراض (مضاربت) پر مال دیا تو اس نے اس میں کام کیا اور اسے نفع ہوا اور اس نے چاہا کہ وہ اپنے حصہ کا نفع اس میں سے لے لے، جبکہ صاحب مال موجود نہیں ہے، تو اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کچھ نفع لے لے، سوائے صاحب مال کی موجودگی کے، چنانچہ اگر اس نے کچھ لے لے تو وہ اس کا ضامن ہو گا، کہ جب وہ دونوں منافع تقسیم کریں گے تو یہ مال اس منافع کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

(فقہ الربح، ص:۱۷، مؤطاامام مالک، ص:۶۹۹)

انہوں نے مزید فرمایا کہ دونوں مضاربہ کرنے والوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی حالت میں حساب کتاب کر لیں جبکہ مال موجود نہ ہو، یہاں تک کہ مال آجائے اور صاحب مال اپنا لگایا ہوا سرمایہ پورا لے لے، پھر منافع کو اپنی شرائط کے مطابق تقسیم کر لیں تو یہ جائز ہے، اس بارے میں علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ رب المال کے راس مال کے قبضہ سے قبل منافع کی تقسیم رب المال کے قبضہ پر موقوف کر دی جائے گی، اگر اس نے راس مال پر قبضہ کیا تو تقسیم صحیح ہو گی اور اگر اس نے قبضہ نہ کیا تو باطل ہو گی۔

(فقہ الربح، ص:۱۸، بحوالہ حاشیہ ابن عابدین، ج:۲، ص:۲۳۰)

منافع کی تعین کے متعلق مجمع الفقہ الاسلامی کی رائے یہ ہے کہ:

پہلا: نصوص اور قواعد شرعیہ جو اصل مقرر کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ لوگوں کو اسلامی شریعت کے احکام اور ضوابط کی روشنی میں ان کی خرید و فروخت اور اپنی ممتلکات اور اموال میں ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالی کے مطلق حکم کی رو سے:

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ} (النساء:۲۹) ترجمہ " مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ! ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو (اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے)"۔

دوسرا: منافع کی کوئی ایسی شرح متعین نہیں ہے جس کی تاجر حضرات اپنے معاملات میں پابندی کریں، بلکہ منافع کو عام تجارتی حالات اور تاجر اور اس کے سامان کی صورت حال پر شریعت نے چھوڑ دیا ہے، کہ وہ نرمی، قناعت، مسامحت اور آسانی کے شرعی آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وہ مناسب منافع رکھ لے۔

(فقہ الربح، ص:۱۸، بحوالہ: مجلۃ المجمع (ع:۵، ج:۴، ص:۲۵۹۳) فیصلہ نمبر:۴۶، (۵/۸) بابت تعیین منافع برائے تاجر حضرات)

تیسرا: لین دین کے حرام اسباب، مثلاً غش ودھوکہ دہی، چکر بازی، فریب، دوسروں کی لاعلمی اور غفلت سے فائدہ اٹھانا، منافع کی حقیقت کو غلط ظاہر کرنا اور ایسی ذخیرہ اندوزی جس سے عام اور خاص کو ضرر لاحق ہو، جیسے حرام معاملات سے پاک ہونے کے وجوب کے متعلق شریعت اسلامی کی نصوص کثرت سے موجود ہیں۔

چوتھا: ولی امر، تسعیر یعنی قیمتوں کے تعین میں دخل نہیں دے گا، سوائے اس جگہ کے جہاں مصنوعی عوامل سے بازار کی نقل وحرکت اور قیمتوں میں واضح خلل واقع ہو رہا ہو، تو اس صورت میں مبنی بر انصاف وسائل کے ذریعے ولی امر کو بازار کی قیمتوں میں دخل اندازی کا اختیار اور حق حاصل ہو گا، جن کے ذریعہ وہ ان مصنوعی عوامل اور بازاری نقل حرکت میں خلل، مہنگائی اور غبن فاحش (ناجائز منافع) پر قابو پائے گا۔

نتیجہ وخلاصہ:

امام قلقشندی رحمۃ اللہ علیہ نے منافع وخسارہ کو (کمائی کے ثمرہ) کے ساتھ موسوم کیا ہے، اس لئے کہ منافع اور خسارہ ہی کام کے نتیجہ کا پھل اور اس کا ثمرہ ہوتا ہے، جیسا کہ درخت کا پھل جو کہ زراعت اور باغبانی اور اس کی دیکھ بھال اور پھل چننے کی تگ ودو کے بعد اور اس کے نتیجہ کے طور پر ہی حاصل ہوتا ہے، ربح کے لئے واجب ہے کہ وہ حلال اور طاہر ہو اور شرکاء کے درمیان شائع بھی ہو، یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ مقررہ منافع کی ایک جانب کو کسی شریک کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، اسی طرح ذخیرہ اندوزی سے حاصل ہونے والا منافع بھی دوسروں پر ظلم کی وجہ سے حلال منافع میں شمار نہیں ہو گا، نیز کامل سرمایہ کے پورا واپس لینے سے پہلے منافع کی تقسیم بھی جائز نہیں ہو گی۔

انتہی والحمد للہ رب العالمین

مراجع

١. ابن قدامة ، قدامة بن جعفر ، ١٣٠٢ ه - الخراج وصنعة الكتابة ، دار المعرفة بيروت ، جزأين.

٢. الغزالي ، محمد أبي حامد ، إحياء علوم الدين ، أربعة أجزاء ،مطبعة دار الخير ، ١٩٩٣ الطبعة الثانية.

٣. الغزالي ، د .عبد الحميد ، الأرباح والفوائد المصرفية بين التحليل الاقتصادي والحكم الشرعي ، منشورات بنک التنمية الإسلامية ، ١٩٩٤

٤. شحاتة ، د .شوقي إسماعيل ، الربح وقياسه في الإسلام ، مجلة المسلم المعاصر ، الكويت ، العدد ١٩٨٠ ، ٢٢

٥. بن ب يه ، الشيخ عبد الله بن الشيخ المحفوظ ، توضيح أوجه اختلاف الأقوال في مسائل معاملات الأموال ، المكتبة المكية .دار ابن حزم ، ١٩٩٨

٦. سعد الله ، د .رضا ، مفهوم الزمن في الاقتصاد الإسلامي ، منشورات بنک التنمية الإسلامي ، ورقة مناقشة رقم ١٠.١٤٢٠

٧. الماوردي ، أبي الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري، الأحكام السلطانية ، مطبعة الحلبي بمصر ١٩٨٧ الطبعة ٣

٨. ابن عابدين، رد المحتار على الدر المختار – حاشية ابن عابدين، دار الفكر ببيروت، ١٩٧٩۔

٩. النويري، شهاب الدين أحمد ،نهاية الأرب في فنون الأدب،وزارة الثقافة المصرية ، الجزء٨،٣٠٨ صفحات.

١٠. الدردير ، القطب سيدي أحمد ، بلغة السالک لأقرب المسالک، على الشرح الصغير ، دار الكتب العلمية ببيروت، ١٩٩٥۔ طبعة ١۔

١١. القاسم ، أبو عبيد بن سلام ، الأموال ، دار الكتب العلمية،ببيروت ، ١٩٨٦۔

١٢. سنن الترمذي

١٣. صحيح البخاري

١٤. سنن ابن ماجة

١٥. سنن النسائي

١٦. مجلة مجمع الفقه الإسلامي ، الأعداد ٣/٥/٦۔

١٧. مالک بن أنس ، الموطأ ، المكتبة الثقافية ببيروت ١٩٩٢۔

مركز سامر قنطقجي
لتطوير الأعمال

للمراسلة:

هاتف فاكس ٢٣٠٧٧٢ (٣٣ - ٠٠٩٦٣)

ص.ب ٧٥ – حماة - سورية

www.kantakji.org